مسئلہ تعلیم ـــــ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری ☆

Abstract

Education enjoys a very special importance in Islam. No religion other than Islam emphasizes education in such a way as Islam does. The holy Prophet (PBUH) is also reported to have said to seek knowledge even if one has to go to China i.e. far off area for this purpose.

Unfortunately, there are two educational systems in vogue in almost all Muslim countries, i.e. madrassah system and school system. Since Islam does not accept the difference between religious and secular affairs, dual educational system is causing rift among the Muslims and so it is strongly criticized. The article studies the educational system of the Muslims and especially that of Pakistan and presents a comprehensive outlook of Islam on education.

ظہور اسلام سے قبل جزیرہ عرب میں جہالت، ناخواندگی اور وحشت کا دور دورہ تھا۔ اسی لئے اس دور کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر سب سے پہلی آیت نازل ہوئی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ.(۱)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

☆ ڈائریکٹر، محکمہ مذہبی امور و اوقاف، پنجاب

اس پہلی وحی کو اسلامی نظام تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد احکام الٰہی کی تعلیم سخت مخالفتوں کے باوجود مکہ مکرمہ میں تبلیغ کی۔ آپ ﷺ نہ صرف اخلاقی اور مذہبی تعلیم دیتے بلکہ لوگوں کی عملی تربیت بھی فرماتے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی تعلیم تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت معلما.(۲)

''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

بعثت لا تمم صالح الأخلاق (۳)

''میں بھیجا گیا ہوں تاکہ بہترین اخلاق کی تکمیل کروں۔''

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.(۴)

''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں، سکھاتا ہے انہیں قرآن وسنت۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً گمراہی میں تھے۔''

اس آیت مبارکہ میں دو باتیں بتائی گئی ہیں: ایک تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ معلم ہیں جو ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور دوسری یہ کہ وہ تزکیہ نفس بھی کرتے ہیں، یعنی تعلیم کا مقصد محض کتاب پڑھ لینا ہی نہیں ہے بلکہ انسان کو مہذب اور شائستہ بنانا بھی ہے۔

فضیلت علم

انسانیت کی طویل تاریخ میں کسی مذہب نے علم کو اتنی اہمیت نہیں دی جتنی کہ اسلام نے

دی ہے۔علم کی دعوت دینے، اس کا شوق دلانے، اس کی قدر ومنزلت بڑھانے، اہل علم کی عزت افزائی کرنے،علم کے ادب کرنے، اس کے اثرات ونتائج واضح کرنے،علم کی بے قدری اور اہل علم وہدایت کی مخالفت و بےعزتی سے روکنے میں اسلام نے جو بھرپور اور مکمل ہدایات پیش کی ہیں ان کی مثالیں کہیں اورنہیں ملتی۔ **المعجم المفهرس لا لفاظ القرآن الکریم** کے اعداد وشمار کے مطابق قرآن کریم میں لفظ ''علم'' کا ذکر ۸۰ باراور ''علم'' سے مشتق الفاظ کا ذکر سینکڑوں بار آیا ہے۔(۵)

اسی طرح حدیث کی کتابوں میں علم سے متعلق پورے پورے باب شامل ہیں جو کسی صاحب علم سے مخفی نہیں ہیں۔

آپ ؐ کا فرمان ہے:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم(٦)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

مغربی اصطلاح میں ''علم'' سے مراد دنیوی علوم ہی لئے جاتے ہیں لیکن یہ علم کا ایک محدود تصور ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات میں دینی و دنیوی تمام علوم پر ''علم'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ مغرب جہاں علم کو دنیوی کامیابی کا ذریعہ اور زینہ قرار دیتا ہے ، اسلام اسے آخرت میں سرخروئی اور دنیا میں کامیابی دونوں کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ وہ دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کرتا، اس لئے قدیم وجدید یا دینی و دنیوی علوم کی تفریق غلط بنیاد پر قائم ہے۔ البتہ آخرت میں سرخروئی اور دنیا میں سر بلندی کے لحاظ سے جو علم جتنا ضروری ہے اسی قدر اس کی اہمیت سمجھی جاتی ہے۔

تعلیم کی اہمیت وافادیت اور مقاصد

تعلیم کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جائے اور اس کی شخصیت سازی کی جائے اور اس کے کردار کی تشکیل کی جائے تاکہ وہ معاشرے کا مفید فرد بن سکے۔

Education: علم يعنى بتنمية ملكات الفرد و تكوين شخصيته وتقويم سلوكه بحيث يصبح عضوا نافعا في مجتمعه.(۷)

قرآن وسنت میں علم سیکھنے کی فضیلت اور اس کے آداب وحدود کے بیان کے ساتھ علم سکھانے کی فضیلت، اہمیت اور افادیت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ.(۸)

''لیکن تم اللہ والے بن جاؤ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ تم پڑھتے ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت معلما.(۹)

''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمه.(۱۰)

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دے۔''

ایک اسلامی معاشرہ اور ریاست کے نظام تعلیم کے مقاصد قرآن وسنت کی راہنمائی، اسلامی تاریخ میں موجودہ تعلیمی روایت اور دور جدید کی ضروریات کے پیش نظر حسب ذیل ہیں:

- حصول علم
- تزکیہ نفس

- صلاحیتوں کی نشوونما
- ملی ضروریات کی تکمیل
- قومی ضروریات کی تکمیل
- جغرافیائی، علاقائی ضروریات کی تکمیل
- انفرادی ضروریات کی تکمیل (۱۱)

لہٰذا ماضی کی روشنی، حال کی ضروریات اور مستقبل کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہمیں ایسا نظام تعلیم اپنانا پڑے گا جو با مقصد ہو، ہمارا اپنا ہو، جو بہ یک وقت قدیم و جدید ہو، جو ہمارے بچوں کے ذہنی اخلاقی اور روحانی تشخص کو متوازن انداز میں اجاگر کر سکے، اور جو ذہنی آزادی جیسی نعمت سے بہرہ ور کر سکے۔ یہ نظام تعلیم ایسا ہو جو ہمیں دوسروں کی کورانہ تقلید سے محفوظ رکھے اور جو ہمیں آگے بڑھنے کی صلاحیت اور بلندی پر پہنچنے کی طاقت عطا کرے۔ یہ ترقی اور بلندی مادی بھی ہو، ذہنی بھی ہو اور روحانی بھی۔ ہمیں تعلیم کا وہ نظام اپنانا چاہئے جو ہمارے ملی مزاج اور قومی انفرادیت کو قائم رکھے اور ہم دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔ ورنہ ہم ان سے بھی شرمندہ رہیں گے جو ہمارے لئے قربان ہو گئے اور ان کو بھی قربان کر دیں گے جو ہماری زندگی میں، ہمارے قومی وجود کے ضامن ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایک با مقصد نظام تعلیم ہی ہمیں سچا مسلمان اور پکا پاکستانی بنا سکے گا۔

بانی پاکستان حضرت قائداعظمؒ نے تعلیم کے سلسلہ میں ایک بار فرمایا تھا:

"اگر ہمیں حقیقی، تیز رفتار اور نتیجہ خیز ترقی کرنی ہے تو ہمیں تعلیم کے مسئلے پر خاص توجہ دینی چاہئے۔ ہمیں اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر چلانا ہے جو ہماری قوم کے مزاج کے مطابق ہوں، جو ہماری تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ ہوں اور جو دنیا بھر میں ہونے والی وسیع ترقیوں اور جدید تقاضوں کے مطابق ہوں۔" (۱۲)

غور فرمائیے کہ بابائے قوم کے ان چند الفاظ میں ماضی، حال اور مستقبل کا کتنا گہرا ربط پایا جاتا ہے اور یہ وہ رہنما اصول یا گائیڈ لائن تھی جو قائد قوم نے چند سطروں میں بالکل واضح اور منقح کر کے ہمارے سامنے رکھ دی تھی۔ اور ہمارا فرض یہ تھا کہ اس اصول کی روشنی میں نظام تعلیم کی بنیادیں استوار کرتے اور اس مقصد کے مطابق تعلیمی نظام کو ڈھالنے کا عملی اقدام بھی۔ لیکن نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اس سمت سفر شروع نہیں ہوا اور مزید تاخیر تباہ کن ثابت ہوگی۔

عہد نبوی ﷺ کا نظام تعلیم

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو لوگوں کو ''کفر'' کی ظلمت سے نکال کر ''ایمان'' کا نور عطا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم ظہور اسلام سے قبل کے زمانے کو جاہلیت کا دور کہتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عہد جاہلیت کے عربوں کی اپنی کوئی ثقافت نہ تھی جو ان کے لئے باعث فخر ہو۔ شاعری اور سخن فہمی میں انہیں فطری ملکہ حاصل تھا۔ علم الانساب ان کے ہاں ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتا تھا۔ قدیم تاریخی داستانیں یاد کرنے کا ان میں عام رواج تھا۔ نجوم اور قیافہ شناسی سے انہیں خاص لگاؤ تھا۔ طب میں بھی وہ خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اونٹ اور گھوڑوں کی بیماریوں کا علاج بھی کرتے تھے۔

عہد نبوی ﷺ میں ایام جاہلیت کے ان علوم وفنون کی دینی نقطہ نظر سے چھان بین کی گئی۔ جو علوم اسلامی تعلیمات کے منافی نہ تھے انہیں بدستور قائم رکھا گیا اور جو اس کے منافی تھے انہیں مطلقاً ممنوع قرار دے دیا گیا۔ جن کی اصلاح ممکن تھی ان کی اصلاح کی گئی چنانچہ نجوم و کہانت کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ شاعری کے مخرب اخلاق حصے مثلاً فخر، ہجو نگاری، فحاشی اور عریانی کو یک قلم خارج کر دیا گیا، لیکن اخلاقی اور حکیمانہ شاعری کو بدستور قائم رکھا گیا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ کو اپنی حکیمانہ شاعری کی وجہ سے دربار رسول ﷺ کا شاعر ہونے کا فخر حاصل تھا۔

دور جاہلیت کے علوم کی تطہیر عہد نبوی ﷺ کے نظام تعلیم کا خارجی پہلو تھا۔ اس کا داخلی پہلو کتاب وحکمت کی تلقین تھا، جس کا مرکز مسجد نبوی ﷺ تھی۔ اس مسجد سے ملحق ایک چبوترہ تھا،

جہاں نبی اکرم ﷺ رونق افروز ہوتے اور کتاب مبین کی تعلیم دیتے۔ اس کے علاوہ عبادہ بن صامت بھی اہل صفہ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ صفہ مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا جہاں مسکین صحابہ بیٹھا کرتے تھے، اور اسی نسبت کی وجہ سے وہ اہل صفہ کہلائے:

عبادة بن الصامت فقال كان يعلم اهل الصفة القرآن (والصفة دكة في ظهر المسجد النبوى كان ياوى اليها المساكين واليها ينسب اهل الصفة (۱۳)

منتخب کنز العمال میں ہے کہ ابو ثعلبہ الخشنی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے بہترین پڑھانے والا فرما دیجئے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مجھے ابو عبیدہ بن جراح کے سپرد فرمایا اور کہا کہ میں نے تجھے ایک ایسے شخص کے سپرد کیا ہے جو تیری بہترین تعلیم و تربیت کرے گا۔

عن ابى ثعلبة قال لقيت رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله ، ادفعنى الىٰ رجل حسن التعليم ، فدفعنى الى ابى عبيدة بن الجراح، ثم قال: دفعتک الى رجل يحسن تعليمک وادبک.(۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کرنے اور پڑوسیوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے بارے میں احکام جاری فرمائے تھے۔ ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

مابال اقوام لا يفقهون جيرانهم، ولا يعلمونهم ولا يعظونهم ولا يامرونهم ولا ينهونهم، وما بال اقوام لا يتعلمون من يتفقهون، ولا يتعظون ، والله ليعلمن قوم جيرانهم ويفقهونهم ويعظونهم ويامرونهم و ينهونهم، وليتعلمن قوم من جيرانهم، و يتفقهون ويتفطنون اولا عاجلنهم العقوبة.(۱۵)

"لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اپنے ہمسایوں کو فقہ کا درس نہیں دیتے۔ انہیں علم

نہیں سکھاتے، اور نہ دین میں بصیرت پیدا کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کا عجب حال ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کو ضرور پڑھائیں گے۔ انہیں دین کی سمجھ عطا کریں گے، انہیں نصیحت کریں گے، اور نیکی کا حکم اور برائی سے باز کریں گے اور بخدا لوگ ضرور اپنے ہمسایوں سے علم حاصل کریں گے۔ تفقہ فی الدین حاصل کریں گے اور سمجھ پیدا کریں گے ورنہ میں ان کو جلد سزا دوں گا۔"

علامہ کتانی نے اپنی کتاب نظام الحکومۃ النبویۃ میں ان صحابہ کرام کے نام درج کئے ہیں جنہیں رسول ﷺ نے مختلف اطراف میں قرآن وحکمت کی تعلیم اور تفقہ فی الدین کے لئے روانہ کیا تھا، مثلاً مصعب بن عمیر کو مدینہ منورہ، عتاب بن اسید کو مکہ مکرمہ، معاذ بن جبل کو یمن اور عمرو ابن حزم کو نجران تا کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں اور قرآن پاک کی تعلیم دیں۔(۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے کتاب وحکمت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کتاب واملاء سکھانے کا بھی اہتمام کیا۔

عن عبد الله بن سعيد بن العاص قال: رسول الله ﷺ ان يعلم الناس الكتابة بالمدينة وكان كاتبا محسنا وفى سنن ابى داؤد عن عبادة بن الصامت قال: علمت ناساً من اهل الصفة الكتابة والقرآن.(١٧)

"عبداللہ بن سعید بن عاص کو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ وہ مدینہ میں لوگوں کو کتابت سکھائیں کیونکہ وہ اچھے خوش نویس تھے۔ سنن ابو داؤد میں ہے عبادۃ بن صامت نے بتلایا کہ انہوں نے اہل صفہ میں سے چند لوگوں کو کتابت اور قرآن مجید کی تعلیم دی۔"

رسول اللہ ﷺ نے فروغ علم کی ضرورت اس طرح واضح فرمائی کہ غزوہ بدر کے قیدیوں

کے لئے جولکھنا پڑھنا جانتے تھے، یہ فدیہ قرار دیا کہ وہ چند مسلمانوں کولکھنا پڑھنا سکھائیں۔

عبدالحیی الکتانی لکھتے ہیں:

كان من الأ ساری یوم بدر من يكتب، ولم يكن من الأنصار يومئذ احد يحسن الكتابة ، فكان منهم من لا مال له، فيقبل منه ان يعلم عشرة من الغلمان الكتابة ويخلي سبيله، فيومئذ تعلم الكتابة زيد بن ثابت في جماعة من غلمان الأنصار.(١٨)

''بدر کے قیدیوں میں ایسے بھی تھے جو کتابت جانتے تھے اس وقت انصار میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اچھی طرح لکھنا جانتا ہو، تو جو قیدی فدیہ کے متحمل نہ تھے ان سے یہ طے پایا کہ وہ دس بچوں کو کتابت سکھا دیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے۔ ان دنوں زید بن ثابتؓ نے دیگر انصاری بچوں کے ہمراہ کتابت سیکھی۔''

مدینہ میں صفہ واحد درسگاہ نہ تھی۔ خود نبی اکرمﷺ کے زمانے میں علاوہ مسجد نبوی کے نو اور مساجد تھیں۔(۱۹)

ہر مسجد درسگاہ کا کام دیتی تھی۔ حالات کے مطابق عورتوں کی تعلیم کا بھی انتظام تھا اور ان کی تعلیم کے لئے علیحدہ دن مقرر تھا۔(۲۰) وہ جو سوالات کرتیں آنحضرتﷺ ان کا جواب دیتے۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ عورتیں عہد رسالت میں بھی اور اس کے بعد بھی گھریلو کام کاج کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ غزوات و جہاد میں شریک ہوتیں، زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کرتیں۔(۲۱)

حضرت عائشہؓ حدیث، فقہ، شعر، طب، فرائض اور دیگر اسلامی علوم میں بڑا دخل رکھتی تھیں۔ اس طرح دیگر امہات المؤمنین اور نیک سیرت خواتین کا حال تھا۔(۲۲)

علامہ عبدالحی کتانی نے آنحضرتﷺ کے دور میں موجود مفتیان کرام کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ نام بھی گنوائے ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن

جبل، حذیفہ، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابو موسیٰ، سلمان، ابی بن کعب، ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، عائشہ، عمار، ابن عمر، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، جابر، ابوسعید، زبیر، عمران بن حصین، ابوبکرہ، عبادۃ بن الصامت، معاویہ، ابن زبیر، ام سلمہ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ ایک سو بیس صحابہ کرام وہ تھے جو بہت کم فتویٰ دیا کرتے تھے۔(۲۳)

مدینہ منورہ کی سلطنت رفتہ رفتہ پھیلتی گئی اور ۲۷۴ مربع میل یومیہ کے حساب سے بڑھتی رہی اور دس برس میں اتنی بڑھ گئی کہ اس کا رقبہ یورپ (غیراز شمولیت روس) کے برابر ہو گیا۔(۲۴)

نہ صرف خانہ بدوش بدوی بلکہ شہروں میں سکونت پذیر معزز اور نامور عرب بھی خاصی بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس نئے دین کے قبول کرنے کا ناگزیر نتیجہ تھا کہ ایک وسیع تر نظام تعلیم معرض وجود میں جو اتنے بڑے وسیع وعریض رقبے پر آباد امت کی ضروریات کا کفیل ہو سکے۔ عہد نبوی کے اختتام پر اسلامی حکومت باوجود اتنی وسعت کے دینیات کی تعلیمی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ بعض بڑے بڑے مقامات پر مرکزی دار العلوم میں مدینۃ الرسول سے تربیت یافتہ معلم تعینات کر دیئے جاتے تھے اور بعض گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ امر صراحت کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضروریات کا اک مناسب بندوبست کریں۔(۲۵)

یمن کے گورنر عمرو بن حزمؓ کے نام جو طویل تقرر نامہ بلکہ ہدایت نامہ معلم اعظم ﷺ نے لکھا تھا۔ اس میں یہ تشریح پائی جاتی ہے کہ گورنر کو ہدایت کی جاتی ہے کہ لوگوں کے لئے قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم اسلامیہ کا بندوبست کریں۔ اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ لوگوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب نرمی اور شائستگی سے دیں۔

دینی ضروریات کی بہت سی چیزیں اس میں سمو دی گئی ہیں۔ طہارت نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی قومیت کے نظریہ کی ممانعت، بالوں کی وضع، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کی مبادیات درج ہیں۔

جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

یہ بیان اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لکھا جاتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنے اقرار پورے کرو۔ یہ عہد محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے عمرو بن حزم کے لئے انہیں یمن بھیجتے ہوئے لکھا جاتا ہے۔ میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے ہر معاملے میں اس سے ڈرتے رہیں۔ فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ''پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈریں اور جو نیک کردار ہوں۔'' میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے حق وصول کریں۔ لوگوں کو خیر کی بشارت دیں۔ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں، انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دین کے ارکان سمجھائیں اور برائی سے روکیں۔ جو شخص پاک ہو صرف وہی قرآن مجید کو ہاتھ لگائے۔ لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض سے آگاہ کریں۔ نیکی میں لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں اور وہ جب ظلم کے مرتکب ہوں تو ان پر سختی کریں۔ اللہ تعالیٰ ظلم کو برا سمجھتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے: الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ ''خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت۔'' لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں۔ جہنم سے ڈرائیں اور جہنم کے موجب بننے والے اعمال سے متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آئیں۔ تاکہ وہ ارکان دین کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ لوگوں کو حج کے مسائل اور احکام بتائیں۔ اس میں جو چیزیں فرض اور جو سنت ہیں ان کی تشریح کریں۔ نیز حج اکبر اور حج اصغر عمرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

لوگوں کو صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز سے منع کریں البتہ اگر وہ ایک کپڑا اس قدر بڑا ہو کہ شانوں پر ڈالا جا سکے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح لوگوں کو ایک کپڑے میں گات باندھ کر اس طرح بیٹھنے سے کہ ان کی شرمگاہ کھل جانے کا خدشہ ہو منع کر دیں۔ لوگوں کو اس بات کی ممانعت بھی کریں کہ اگر کسی کے سر کی گدی میں بال نہ ہوں تو وہ جوڑا نہ باندھے اور اس سے بھی منع کریں کہ جنگ میں لوگ قبائل اور خاندان کا واسطہ دے کر حمایت کے لئے آواز نہ دیں بلکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ایک دوسرے کی حمایت کریں اور جو کوئی اللہ کی حمایت کے

لئے دعوت نہ دے بلکہ محض قبیلے اور خاندان کی حمایت کے لئے دعوت دے، اسے تلوار سے ختم کر دینا چاہئے تاکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی دعوت قائم ہو۔

لوگوں کو وضو کا حکم دیں، اس کے فرائض اور آداب سکھائیں وہ اپنا منہ دھوئیں، کہنیوں تک ہاتھ دھوئیں، ٹخنوں تک پاؤں دھوئیں، اور اللہ کے حکم کے مطابق سر کا مسح کریں۔ اور میں نے انہیں اوقات مقررہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ رکوع کو پوری طرح ادا کریں، سجدہ اچھی طرح اطمینان سے کریں، رقت قلبی کے ساتھ نماز ادا کریں۔ فجر کی نماز تڑکے پڑھیں، ظہر کی نماز زوال شمس کے بعد پڑھیں۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب کہ سورج کا سایہ زمین پر ٹیڑھا ہو جائے اور مغرب کی نماز رات شروع ہونے پر پڑھیں۔ اس میں ستاروں کے آسمان پر نمودار ہونے کا انتظار نہ کریں۔ رات کے اول حصہ میں عشاء کی نماز پڑھیں۔ جمعہ کے لئے تاکید کی جاتی ہے کہ جب اذان ہو تو فوراً تیزی کے ساتھ نماز کے لئے جائیں۔ نماز جمعہ کے لئے غسل کرلیں۔

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے اللہ کے خمس وصول کریں اور مؤمنین سے زمینوں کا بقدر عشر لگان وصول کریں۔ لگان کی یہ مقدار ان زمینوں کے متعلق جو بارش یا چشمے سے سیراب ہوتی ہوں اور جو ڈول سے سیراب ہوتی ہوں (یعنی کنویں سے محنت اور مشقت کے ساتھ سیراب کی جاتی ہوں) ان سے نصف عشر لیا جائے گا۔ (یعنی بیسواں حصہ) اور دس اونٹوں میں دو بکریاں اور بیس اونٹوں میں چار بکریاں، چالیس گایوں میں سے ایک گائے، تیس گایوں میں سے ایک بچھڑا۔ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری، یہ مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر زکوٰۃ کے لئے فرض کی گئی ہے۔ جو اس سے زیادہ دے اس میں اس کا فائدہ ہی ہے۔

جو یہودی یا نصرانی اپنی خوشی سے خلوص دل سے مسلمان ہو جائے اور اللہ کے دین کو قبول کرے وہ مومن ہے، اس کے حقوق اور فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور جو شخص اپنے مذہب یہودی یا نصرانی پر قائم رہے اسے ترک مذہب کے لئے ہرگز نہ مجبور کیا جائے گا، البتہ ان کے ہر بالغ مرد و عورت پر خواہ آزاد ہو یا غلام، ایک دینار کامل جزیہ عائد کیا جائے گا۔ جو سالانہ نقد یا جنس کی شکل میں وصول کیا جائے گا۔ نقد وصول نہ ہو تو اس کی قیمت

کا کپڑا وصول کر لیا جائے اور جو اس رقم کے دینے سے انکار کرے وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کا دشمن سمجھا جائے گا۔" (۲۶)

آنحضرت ﷺ کے اصول تعلیم

آنحضرت ﷺ کے اصول تعلیم تقریباً وہی تھے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ جو بالاختصار حسب ذیل ہیں:

- آپ ﷺ کا لوگوں سے خطاب کرنا اس انداز سے ہوتا تھا کہ وہ کم سے کم فہم و ادراک رکھنے والے کے ذہن میں بھی آ سکے۔ البتہ آپ ﷺ کی گفتگو میں ایسے اشارات بھی ہوتے تھے جو صرف خواص یعنی بلند عقل و شعور کے لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔
- آپ ﷺ لوگوں سے ان کی عقل وفہم کے مطابق بات کرتے تھے جو پیدائشی طور پر اکثر افراد میں پائی جاتی ہے۔ مراقبہ، مجاہدہ، براہین اور قیاسات وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ آپ کے خطاب کا موضوع نہ تھا۔
- آپ ﷺ کی تعلیم کا مقصد لوگوں کے اخلاق درست کرنا اور ان کے نفس کا تزکیہ کرنا تھا، سائنسی مسائل سے بحث نہ کرتے تھے۔ ان باتوں کو اگر کہیں بیان کرتے تو وہ بھی خدا کی شان اور قدرت کے ذکر کے سلسلے میں کرتے۔ الغرض جو علوم مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہوتے ہیں وہ براہ راست آپ ﷺ کی تعلیم کا موضوع نہیں تھے۔
- آپ ﷺ نے معاشرے کی عادات اور رسومات کو یکسر نہیں بدلا۔ بلکہ جو بات حکم الٰہی کے خلاف نظر آئی اسے بدل دیا۔ اور جو بات حکم کے مطابق تھی اسے باقی رکھا اور جو ان دونوں کے مابین تھی اس میں ترمیم و تبدیلی کر کے حکم کے مطابق بنا دیا۔
- آپ نے احکام کے مصالح کی بجائے ترغیب و ترہیب پر زور دیا کیونکہ مصلحتیں ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ مصلحتیں سمجھانے کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ ترغیب و ترہیب کا ہوتا ہے۔

- آپ ﷺ تمام قوموں کی طرف قیامت تک کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کے احکام ان عام اصولوں کے تحت ہیں جو تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور جن کی روشنی میں وقت اور جگہ کی ضرورت کے لحاظ سے اجتہاد کر کے ہر پیش آمدہ مسئلے کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے۔(۲۷)

آپ ﷺ کی تعلیم کے دو پہلو

رسول اللہ ﷺ دین کی تعلیم دو طریق پر دیتے تھے۔ ایک اپنے ارشادات کے ذریعے اور دوسرے عمل کے ذریعے۔ مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں یعنی اس طرح عمل کریں جس طرح وہ اپنے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوبَكُمْ.(۲۸)

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

ایک جگہ نماز کے طریقے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صلوا كما رأيتمونى اصلى.(۲۹)

"نماز پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتا ہوا دیکھو۔"(۳۰)

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مختلف طریقے

آپ ﷺ کی تعلیم مختلف طریقوں سے ہوتی تھی۔ عام طور پر آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ کر لوگوں سے باتیں کرتے اور اس طرح ان کی تعلیم و تزکیہ ہوتا۔ کبھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ جواب دیتے کبھی مجمع میں تقریر فرماتے۔ آپ کی تقریر چند منٹ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ طویل تقریریں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اصحاب صفہ کے نام سے صحابہؓ کی ایک جماعت خصوصیت سے آپ ﷺ کے زیر تعلیم رہتی تھیں۔ جب آپ ﷺ کوئی بات فرماتے تو اس کو تین

بار دہراتے تا کہ لوگوں کی سمجھ میں آ جائے۔(۳۱)

رسول اللہ ﷺ کی ہدایات و تعلیمات کی بدولت مسلمانوں میں ایک وسیع علمی تحریک پیدا ہوگئی، جس کا تفصیل سے ذکر مسلم اور غیر مسلم مؤرخین دونوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ یہ اسی تحریک کا نتیجہ تھا کہ علوم و فنون کی ترقی کی بنا پر کرۂ ارض پر پہلے باقاعدہ کتب خانے مسلمان حکمرانوں نے قائم کئے اور صحیح معنوں میں درس گاہیں بھی اسلامی سلطنتوں میں قائم ہوئیں۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ملحق ہوتا تھا۔ مدارس کے لئے اوقاف کے انتظام اور غریب طلبہ کے لئے وظائف کا اہتمام ہوتا تھا۔ مسودات اور مخطوطات سے لدے ہوئے کاروان بخارا سے دجلہ تک رواں رواں رہتے۔ حصول علم کا اس قدر جنون تھا کہ خلفا، وزرا، امرا کسی سفر یا مہم پر روانہ ہوتے تو اہل علم کا ایک گروہ اور کتابوں سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار ہمراہ ہوتی۔ کتابوں اور معلموں کے حصول کی خاطر دور دراز ممالک میں سفیر بھیجے جاتے۔ مدارس میں تمام علوم دینیہ کے علاوہ فلسفہ، ہندسہ، ادب، طب، جراحت، نجوم، زراعت اور سائنس کے مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ (اندلس) میں درس گاہیں اور سائنس کی لیبارٹریاں قائم تھیں، جن میں سائنس کے علوم میں اعلیٰ پیمانے پر ریسرچ ہوتی تھی۔ چنانچہ علم ریاضی، علم تاریخ اور علم جغرافیہ میں مسلمان نقطہ کمال پر پہنچے۔ کیمیا میں بہت سے انکشافات کئے۔ آلات جراحی ایجاد کئے۔ علم الادویہ اور علم الابدان کو نقطہ عروج تک پہنچایا۔ یہی علوم تھے جو ہسپانیہ سے یورپ پہنچے تو وہاں جہالت کا اندھیرا ختم ہوا، علوم جدیدہ کی بنیاد پڑی اور یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا سامان ہوا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ مشرق و مغرب میں علم کی روشنی پھیلنے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا کتنا عظیم حصہ ہے۔

پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی دعوت، دور رسالت مآب ﷺ اور عہد خلافت راشدہ میں پہنچ چکی تھی۔ پھر بنوامیہ کے عہد میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ اور اس کا ملحقہ علاقہ فتح ہوا اور اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ اسلامی تعلیم کا آغاز اسی زمانے میں ہوگیا تھا اور سندھ کے پرانے

لٹریچر اور ثقافت کے مطالعے سے اس کے نقوش آج بھی نظر آتے ہیں۔

یہاں مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت کا آغاز سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے ہوا، جو اپنے معتمد غلام قطب الدین ایبک کو یہاں حکمران مقرر کر کے واپس چلا گیا۔ قطب الدین ایبک سے بہادر شاہ ظفر تک، تقریباً ساڑھے سات سو سال تک مسلمان یہاں پر حکمران رہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنے نظام تعلیم کو نشوونما دینے کی پوری کوشش کی۔(۳۲) ان کا نصاب دینی و دنیوی امور دونوں پر محیط تھا اور اصحاب دین و شریعت ہوں یا ارباب حکومت و اختیار ایک ہی درسگاہ سے سند فضیلت حاصل کیا کرتے تھے۔ اور دراصل یہ اسلامی حکومتوں کی سول سروسز کا نظام تربیت تھا۔

برصغیر میں مسلمانوں کے حکومتی زوال کے باوجود اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر تک یہی طریق تعلیم جاری رہا تا آنکہ ۱۷۹۲ء میں سر چارلس گرانٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے جدید انگریزی نظام تعلیم کا اجراء کیا اور ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے نے مکمل انگریزی نظام تعلیم کی بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں کے قدیم نظام تعلیم کے بارے میں ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر اپنی کتاب ''ہندوستانی مسلمان'' میں لکھتا ہے کہ مسلمان اس طریقہ تعلیم سے اعلیٰ قابلیت اور دنیوی تربیت حاصل کرتے تھے، ہم اپنے دور حکومت کے گزشتہ پچھتر سالوں میں انتظام ملک کی خاطر اسی طریقۂ تعلیم سے متواتر فائدہ اٹھاتے رہے اس دوران ہم نے اپنا طریقہ تعلیم بھی رائج کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر جونہی ایک نسل اس نئے طریقے کے تحت پیدا ہوگئی، ہم نے مسلمانوں کے پرانے طریقے کو خیر باد کہہ دیا جس سے مسلمانوں پر ہر قسم کی سرکاری زندگی کا دروازہ بند ہو گیا۔

اور یہیں سے برصغیر کے مسلمان معاشرے میں دو بالکل جداگانہ نظام ہائے تعلیم قدیم اور جدید یا دینی اور انگریزی درسگاہوں کی بنیاد پڑی۔(۳۳) اور گذشتہ تقریباً دو سو سال کے عرصے سے برصغیر میں مسلمانوں کا نظام تعلیم ثنویت کا شکار ہے۔

پس چہ باید کرد؟

عصر حاضر میں مادیت کی دوڑ، بے سکونی اور بے مقصد علم کا حل یہی ہے کہ ہم اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر استوار کریں جس میں مذہبی، اخلاقی اور روحانی تعلیم بھی موجود ہو اور اس کے ساتھ جدید علوم اور بالخصوص سائنسی علوم بھی شامل ہوں تاکہ مسلمان جدید دور میں بہمہ پہلو مغرب کا مقابلہ کر سکیں۔

بلاشبہ ترقی اور تغیر ایک ناگزیر عمل ہے۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ضروریات اور تقاضے بھی بدل جاتے ہیں۔ علم میں بھی اضافے ہوئے ہیں اور سائنس اور ٹیکنالوجی نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ معاشی عوامل بھی معاشرتی اقدار پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ایک زندہ قوم کی حیثیت سے ہمیں وقت کے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے۔

مجوزہ نظام تعلیم

موجودہ حالات کے پیش نظر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم میں کچھ دور رس تبدیلیاں لائیں۔ بنیادی دینی تعلیم تو ہر مسلمان کے لئے ناگزیر ہے اور اس میں مرد اور عوت کسی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم کو مخصوص صلاحیت اور مخصوص مزاج رکھنے والے طلبہ کے لئے خاص کیا جانا چاہئے۔

ہر مسلمان کا بنیادی دینی معلومات سے واقف ہونا بہرحال ناگزیر ہے لیکن عالم یا مولوی ہونا ضروری نہیں۔ ہمارا موجودہ تعلیمی ڈھانچہ ایسا ہے کہ دینی تعلیم کے اداروں میں ضروری دنیوی علوم کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور عصری تعلیم کے اداروں میں دینی علوم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔

ہمارا تعلیمی نظام ایسا ہونا چاہئے کہ ہائر سیکنڈری کی سطح تک ہم اپنے تمام بچوں کو عربی زبان اور ضروری دینی مسائل کی تعلیم دیں اور انہیں جدید علوم سے پوری طرح آگاہ کریں۔ ہائر

سیکنڈری کی سطح تک ہم انہیں عربی زبان اور ضروری دینی علوم سے اس حد تک واقف کرا سکتے ہیں کہ وہ صحیح الخیال اور راسخ العقیدہ مسلمان بن کر قومی زندگی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ اس کے بعد ایسے منتخب طلبہ جو دینی علوم کا زیادہ شوق رکھتے ہوں اور دینی مزاج بھی، انہیں دینی کلیات میں اعلیٰ دینی تعلیم دی جائے۔ ان کے لئے جو نصاب تعلیم تیار کیا جائے اس میں عصری علوم کو بھی شامل کیا جائے۔ اگر اس نہج سے تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا تو یقین ہے کہ ملت کی راہنمائی و سربلندی کا فریضہ ڈھنگ سے انجام دیا جا سکے گا، اور چونکہ اس صورت میں علما کی تعداد ضرورت سے زیادہ نہ ہوگی اس لئے انہیں مناسب قدر و منزلت بھی حاصل ہو سکے گی۔

ہائر سیکنڈری کی سطح کی تعلیم کے بعد جو طلبہ اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے منتخب نہ ہوں اور ان کی صلاحیت اور حالات اجازت دیں تو وہ اعلیٰ عصری علوم کے کلیات میں داخلہ لے کر اس میدان کے اہم شعبوں میں آگے بڑھیں۔ محض آرٹ کے مضامین پڑھ کر وہ ملت کی کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ جو طلبہ ہائر سیکنڈری کی سطح کے بعد اپنی صلاحیت اور حالات کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں وہ پیشہ وارانہ تربیت حاصل کر کے باعزت طور پر کسب معاش میں لگ جائیں۔ ایسی تعلیم و تربیت کے پس منظر کے ساتھ توقع ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان کامیاب کردار ادا کرسکیں گے۔

علم کو صدیوں سے جتنا مسلمان نظر انداز کرتے آرہے ہیں اتنا کسی اور قوم نے نہیں کیا۔ دنیوی علوم میں بھی یہی حال ہے اور دینی علوم میں بھی۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ملت کے افراد دینی علوم میں غیر معمولی منہمک و مشغول ہیں اس لئے دنیوی علوم کی طرف توجہ نہیں ہو پا رہی ہے۔ بلکہ جب سے وہ دنیوی علوم میں پیچھے جا رہے ہیں تبھی سے دینی علوم میں بتدریج زوال آرہا ہے۔ صدیوں سے اسلامی علوم پر خاطر خواہ کام نہیں ہو رہا ہے۔ اور وہ بطور خام مواد پڑے ہوئے ہیں

جن کی تنقیح وترتیب نوازبس ضروری ہے۔

ملت اسلامیہ بالخصوص اہل پاکستان کہ اسے عالم اسلام میں ایک ممتاز اور خاص مقام حاصل ہے، کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کے میدان میں اگر زمانے کی رفتار سے آگے نہیں تو کم ازکم ساتھ ساتھ تو چلنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے۔ اس کے لئے عالمی حالات سے واقفیت بھی ضروری ہے اور بنیادی دینی علوم میں مہارت کے ساتھ دنیوی علوم میں مہارت کی شدید تر ضرورت ہے تاکہ وہ بشمول باقی عالم اسلام صرف اپنی پسماندگی کی وجہ سے دوسروں پر انحصار کرنے پر مجبور نہ ہو۔

حاصل کلام

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن وسنت کی نگاہ میں دین، سائنس کے مدمقابل یا حریف نہیں ہے۔ دوسرے معاشروں میں دین اور سائنس کے درمیان جو کشمکش ہوئی، اسلامی معاشرہ اس سے آگاہ بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے علما شریعت وحکمت کے درمیان ربط قائم رکھنے اور صحیح منقول وصریح معقول کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے پر زور دیتے رہے ہیں۔

اسلام تجرباتی علوم سے تنگ دلی محسوس نہیں کرتا بلکہ ان کا احترام کرتا ہے۔ ان کی طرف دعوت دیتا ہے اور ان کے فروغ کے لئے نفسیاتی وفکری ماحول کو تیار کرتا ہے۔ مثلاً وہ معروضی طور علمی ذہنیت تشکیل دیتا ہے۔ (قُلْ هَاتُوا بُرْهٰنَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ)(۳۴) جو وہم وگمان دوسروں کی تقلید اور خواہشات کی پیروی کو مسترد کرتی ہے۔ (اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ.) (۳۵) علم سیکھنے اور لکھنے پڑھنے کے رواج و اشاعت پر زور دیتا ہے (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ)(۳۶) ضرورت کے مطابق دوسروں کی زبانیں سیکھنے پر ابھارتا ہے۔(قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا.)(۳۷) مستقبل کے امکانات کے پیش نظر منصوبہ بندی پر زور دیتا ہے۔ (۳۸) اپنے اپنے موضوع سے متعلق ماہرین کی رائے ماننے اور ہر مفید علم کو اس علم کے ماہرین سے

حاصل کرنے کا سبق دیتا ہے۔ (فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا)(۳۹) وغیرہ وغیرہ۔ ان سب چیزوں سے عقل کو سوچنے سمجھنے، صاحب علم کو تحقیق وجستجو کرنے اور علم کو فروغ پانے کا مناسب ماحول ملتا ہے۔

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلام نے علم سیکھنے اور سکھانے کے وہ بہترین اصول مقرر کر دیئے ہیں جن پر آج کے مفکرین فخر کر سکتے ہیں۔ مثلاً علم کے حصول کا عمل مسلسل جاری رکھنا یا دوسرے الفاظ میں گود سے گور تک علم حاصل کرتے رہنا۔ (وقل ربی زدنی علما)(۴۰) نیت کا درست رکھنا (ومن اراد الآخرة وسعی لها سعیها وهو مومن)۔(۴۱) (علم کی جستجو میں مشکلات پر صبر وتحمل کرنا۔)(۴۲) معلم کی قدر ومنزلت کرنا (هَلْ اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا)(۴۳) طالب علم کے ساتھ نرمی و شفقت برتنا۔(۴۴) غلطی پر تنبیہہ کرنا(۴۵) اور تعلیم میں مددگار وسائل و ذرائع اختیار کرنا۔(۴۶)

رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات و ہدایت کے عملی نتائج اسلامی معاشرہ اور افراد کی تشکیل میں ظاہر اور نمایاں ہو چکے ہیں۔ ان کے سائے میں ایسی ممتاز ذہانت و ذہنیت نمودار ہو چکی ہے جو علم وایمان کو یکجا رکھتی تھی۔ یعنی فرد عالم غیب پر ایمان رکھتا تھا اور اپنے علم کے ذریعے ظاہری دنیا کو تسخیر کرتا تھا۔ اس طرح کائناتی علوم کو بھی دینی علوم کے ساتھ فروغ ملا ایسی علمی بیداری پیدا ہوئی جس سے صدیوں تک پوری دنیا فیض یاب ہوتی رہی۔ آج ہم ایسے ماہرین تعلیم اور ارباب اقتدار کے منتظر ہیں جو ان علمی اثرات و آثار کو زندہ کریں اور ان کے چہرے سے گردوغبار صاف کریں! وما ذلک علی اللہ بعزیز.

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ سورۃ العلق:۱

۲۔ علی المتقی الہندی: منتخب کنز العمال۔ ج ۴، ص ۱۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۰ء

۳۔ الالبانی: صحیح الجامع الصغیروزیادتہ۔ ج ،، ص ۵۴۶۔ المکتب الاسلامی بیروت، ۱۹۸۶ء

۴۔ سورۃ آل عمران:۱۶۴

۵۔ محمد فواد عبد الباقی: المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۶۰۸

۶۔ محمد بن سلیمان المغربی: جمع الفوائد۔ ج ۱، ص ۴۴۔ مکتبہ ابن کثیر الکویت، ۱۹۹۸ء

۷۔ منیر البعلبکی: موسوعۃ المورد العربی۔ ج ۱، ص ۳۰۶، دار العلم للملایین بیروت۔ ۱۹۹۰ء

۸۔ سورۃ آل عمران:۷۹

۹۔ علی المتقی الہندی: منتخب کنز العمال۔ ج ۴، ص ۱۳۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۰ء

۱۰۔ البخاری: صحیح البخاری مع شرح فتح الباری لابن حجر. ج ۲ ص ،۲۲۲۰، ح ۵۰۲۷ بیت الافکار الدولیۃ، ودار ابن حزم بیروت

۱۱۔ مسلم سجاد: اسلامی ریاست میں نظام تعلیم ، ص ۳۲۔۳۳، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی

اسٹڈیز، اسلام آباد۔ ۱۹۹۶ء

۱۲۔ حکیم محمد سعید: نورستان، قرآن حکیم اور ہماری زندگی۔ ص ۱۸۳، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی، ۱۹۸۴ء

۱۳۔ محمد عبد الحیی الکتانی: نظام الحکومة النبویة المسمی التراتیب الادرایة ص ۱۲۳۔۱۲۴ دار الکتب العلمیة، بیروت۔ ۲۰۰۱ء

۱۴۔ علی المتقی الہندی: منتخب کنز العمال۔ ج، ص ۲۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ۱۹۹۰ء

۱۵۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۲۴۔۱۲۵ محولہ بالا

۱۶۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۲۶۔۱۲۷ محولہ بالا

۱۷۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۱ محولہ بالا

۱۸۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۱ محولہ بالا

۱۹۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۵۵ محولہ بالا

۲۰۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۵ محولہ بالا

۲۱۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۰، محولہ بالا

۲۲۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۵، محولہ بالا

۲۳۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۳۸۔۱۳۹، محولہ بالا

۲۴۔ بریگیڈیئر گلزار احمد (ریٹائرڈ): آنحضرت ﷺ بحیثیت عسکری رہنما (مضمون) تذکار محمدؐ مرتبہ حکیم محمد سعید ہمدرد اکیڈمی کراچی ۱۸۔ ۱۹۶۲ء

۲۵۔ الکتانی: نظام الحکومة النبویة، ص ۱۲۷، محولہ بالا

۲۶۔ ابن ہشام: السیرۃ النبویۃ، القسم الثانی ص ۵۹۴۔۵۹۶ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۹۵۵ء

۲۷۔ (مضمون) مقالات سیرت ص ۱۰۹۔۱۱۰ (بہ اختصار) ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۴۰۱ھ

۲۸۔ سورۃ آل عمران: ۳۱

۲۹۔ علی المتقی الہندی: منتخب کنز العمال، ج ۳، ص ۲۳۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۰ء

۳۰۔ محمد مسعود: آنحضرت ﷺ بحیثیت معلم ومحرک تعلیم (مضمون) تذکار محمد ﷺ، ص ۶۵، مرتبہ حکیم محمد سعید، ہمدرد اکیڈمی کراچی ۱۸،۲،۱۹۷۲

۳۱۔ محمد مسعود: آنحضرت ﷺ بحیثیت معلم ومحرک تعلیم (مضمون) تذکار محمد ﷺ، ص ۶۵۔۶۶، مرتبہ حکیم محمد سعید، ہمدرد اکیڈمی کراچی ۱۸،۲،۱۹۷۲

۳۲۔ پروفیسر خورشید احمد: نظام تعلیم نظریہ، روایت، مسائل، ص ۶۹۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء

۳۳۔ ڈاکٹر امین اللہ وثیر: اسلامی نظام تعلیم (مضمون) مقالات کانفرنس، پاکستان ہجرہ کمیٹی اسلام آباد، جلد ۶، ص ۱۳۷، ۱۴۷

۳۴۔ سورۃ البقرۃ :۱۱۱

۳۵۔ سورۃ النجم: ۲۳

۳۶۔ سورۃ العلق: ۱

۳۷۔ سورہ الاعراف: ۱۵۸

۳۸۔ دیکھیے سورہ یوسف: ۴۷ تا ۴۹

۳۹۔ سورۃ الفرقان: ۵۹

۴۰۔ سورۃ طہٰ: ۱۱۴

۴۱۔ سورہ بنی اسرائیل: ۱۹

۴۲۔ دیکھیے سورہ الکہف: ۶۶ تا ۷۰

۴۳۔ سورہ الکہف: ۶۶

۴۴۔ دیکھیے سورہ التوبہ: ۱۲۸

۴۵۔ دیکھیے سورہ الاحزاب: ۲۸۔۲۹

۴۶۔ دیکھیے سورہ الانعام: ۱۵۳